سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ:

۱۔ حلال جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ نماز جنازہ کے بعد میت کو تین منزلیں دے کر دعا مانگنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

السائل: سید رشید احمد شاہ مہتمم جامعہ انوار بارو جمن شاہ ضلع لیہ

الجواب: ۱۔ **نحمدہ‘ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم. امابعد ٥**

اللہ رب العالمین جل جلالہ نے انسان کو تخلیق فرمایا اور اس کے زندہ رہنے کے لیے حلال اور طیب اشیاء تخلیق فرمائیں اور فرمایا جن چیزوں کو میں نے تمہارے لیے حلال کیا ہے ان کو بغیر کسی حیل وحجت کے کھایا کرو اور جن کو حرام قرار دیا ہے ان سے رک جاؤ۔ قرآن مجید میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ٥ (المائدہ:۸۷)

”اے ایمان والو تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

ایک اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ٥ (الاعراف:۳۲)

”آپ فرمائیے کہ اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ٥ (الانعام:۱۴۲)

”اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو“

اس کائنات میں لاتعداد اشیاء موجود ہیں ان میں سے کون سی حلال اور کون سی حرام ہیں اس کے لیے قرآن مجید میں ایک ضابطہ موجود ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ٥ (البقرۃ:۲۹)

”(اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا۔“

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ تمام چیزیں حلال اور مباح الاصل ہیں کسی انسان کو حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ سوائے ان چیزوں کے **مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ**، جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔

اسی آیت کے تحت تفسیر بیضاوی انوار التنزیل میں ہے۔

''وھو یقتضی اباحۃ الاشیاء النافعۃ''

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ تمام اشیاء نافعہ مباح ہیں''۔

صاحب نور الانوار، استاد مکرم شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر حضرت علامہ ملا احمد جیون امیٹھوی اپنی تصنیف تفسیرات احمدیہ مترجم، ص ۳۰، ۳۱ ناشر قرآن کمپنی لاہور میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں :

''آیت مذکورہ اس بات کی دلیل ہے کہ اصل میں ہر شے مباح ہے۔ جیسا کہ علامہ زمخشری صاحب کشاف نے بھی واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَکُم 'اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قابل نفع چیز جو عقلاً ممنوعات کے زمرے میں نہیں آتی دراصل مطلقاً مباح ہے۔ صاحب مدارک کا کہنا ہے کہ امام کرخی، ابوبکر رازی اور معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَ لَکُم کو ہر چیز کے مباح ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ پھر امام فخر الاسلام لکھتے ہیں کہ اس کا مدار اس قانون پر ہے کہ اصل ہر شے میں اباحت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کا درمیانی زمانہ جسے زمانہ فترت کہتے ہیں اس دور میں ہر شے میں اصل اباحت تھی پھر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور انھوں نے ان اشیاء کی وضاحت کردی جو حرام ہیں۔ باقی تمام اشیاء اپنی اصل کے مطابق مباح رہیں۔''

امام اہلسنت سید محمود آلوسی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۲۱۵ پر اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''استدل کثیر من اھل السنۃ الحنفیہ والشافعیہ بالآیۃ علی اباحۃ الاشیاء النافعۃ'' ''اہل سنت حنفی اور شافعی کثیر علماء اس آیت سے اشیاء نافعہ کی اباحت ثابت کرتے ہیں۔''

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اپنی تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۴۲ میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''جو چیزیں نفع کے قابل ہیں وہ سب حلال ہیں یعنی جن کو شریعت نے حرام فرمایا وہ حرام اور جن سے سکوت فرمایا وہ حلال کیونکہ جب سب چیزیں ہمارے لیے بنی ہیں تو ان کا حلال ہونا بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔''

مفتی احمد یار خان نعیمی نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ تمام قابل نفع چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں یعنی جس کو اللہ و رسول حرام نہ فرمائیں وہ حلال ہے کیونکہ ہر چیز ہمارے نفع کے لیے ہے۔ حلال ہونے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ حرام نہ ہونا ہی اس کی حلت کی دلیل ہے۔''

نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۸۷ کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: ''جو چیز رب نے حرام نہ کی ہو اسے حرام نہ سمجھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ حرمت کسی عارضہ کی وجہ سے پیدا ہوگی۔ حرمت کے لیے دلیل چاہیے اور حلال ہونے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔''

مفتی احمد یار نعیمی حاشیہ نور العرفان میں سورۃ النحل آیت نمبر ۱۱۶ کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دلیل کسی چیز کو حرام کہہ دینا اللہ پر جھوٹ ہے۔ کیونکہ انہیں اللہ و رسول نے حرام نہ فرمایا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حلال وہ جسے اللہ حلال فرمائے۔ حرام وہ جسے اللہ حرام فرمادے اور جس سے خاموشی ہے وہ معاف ہے۔ رب فرماتا ہے: عَفَا اللّٰہُ عَنھا۔''

مفتی اعظم حضرت نور اللہ نعیمی رضوی اپنے فتاویٰ نوریہ ج ۴ ص ۵۰۳ پر تحریر فرماتے ہیں: ''قرآن مجید میں ہے خلق لکم مافی الارض جمیعا نیز فرمایا عفی اللہ عنہا اور احادیث ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، حاکم بیہقی وغیرہا سے صراحۃ یہ عفو و اباحت اصلیہ آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور تصریحات قواعد و ضوابط فقہیہ متعلقہ حل و حرمت حیوانات سے بھی اس کا حلال ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے بلکہ اس کی تصریح بھی موجود ہے۔''

فقیہ اعظم اس ضابطہ اباحت کے بارے میں مزید فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۲۰۳ میں لکھتے ہیں اور انھوں نے اپنے دلائل سے لکھا ہے کہ اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہتی آپ لکھتے ہیں:

''اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور قرآن کریم واحادیث حبیب ومحبوب عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے واضح طور پر ثابت

ہے کہ اصل اشیاء اباحت ہے یعنی جب تک شرع مطہر کسی شی کی حرمت وکراہت ثابت نہ ہو تو اسے حرام ومکروہ نہیں کہہ سکتے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے عفی اللہ عنہا۔ اس کی تفسیر میں تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۳ مصری میں ہے وعن سلمان قال سئل رسول اللہ ﷺ عن اشیاء فقال الحلال مااحل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرمہ اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مما عفیٰ عنہ فلاتتکلفوا ٥ اور یونہی تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵۹، معالم التنزیل ج ۱ ص ۸۲ مصری، سنن ابن ماجہ ص ۲۴۹، سنن الترمذی ص ۲۱۹ ج ۱ وغیرہ میں ہے اور ہدایہ ج ۴ ص ۱۶۵ مطبوع مع الشروح عنایہ شرح ہدایہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۳، منحۃ الخالق ج ۱ ص ۱۷، شامی ج ۱ ص ۹۸ میں ہے کہ اصل اشیاء اباحت ہے۔''

مفتی اعظم حضرت قبلہ مفتی نور اللہ نعیمی رضویؒ سے سوال کیا گیا کہ حلال جانور کے پھیپھڑے اور کپورے کے بارے میں شرح شریف کا کیا حکم ہے۔ فقیہ اعظم نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ ہمارے مدعیٰ کو پورا کرتا ہے جو چیز ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں انھوں نے پہلے ہی ثابت فرمادی ہے۔ آپ فتاویٰ نوریہ ج ۲ ص ۵۹۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔ '' حلال جانور ذبیحہ کا پھیپھڑہ جائز وحلال ہے اور کپورے ناجائز ہیں مکروہ تحریمی ہیں۔ چنانچہ تنویر البصار در المختار شامی ج ۶۵۴، ۶۵۵ میں عبارت تحریر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذبیحہ جانور کے سات حصے ناجائز اور مکروہ تحریمی ہیں اور باقی جائز ہیں۔ ان سات میں کپورے ہیں اور پھیپھڑے نہیں لہذا پھیپھڑا جائز ہے۔''

حالانکہ پھیپھڑے میں خون ہوتا ہے اور وہ قرآن کی نصِ قطعی سے حرام ہے۔ مقام خون ہونے کے باوجود مفتی نور اللہ نعیمی رضویؒ نے اس لیے حلال لکھا ہے کہ یہ ان سات اجزا میں شامل نہیں جن کو سرکار دو عالم ﷺ نے مکرہ قرار دیا ہے۔ مفتی نعیمی صاحب پھیپھڑے کے حلال ہونے کی جو دلیل قائم فرمائی ہے وہی اوجھڑی کے حلال ہونے کی دلیل ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی تفسیر معارف القرآن ج ۱ ص ۱۷۴ میں اسی آیت کے تحت لکھا۔ ''اس آیت سے بعض علماء نے اس پر استدلال کیا ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ انسان کے لیے حلال ومباح ہوں کیونکہ وہ اسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ بجز ان چیزوں کے جن کو شریعت نے حرام قرار دے دیا۔ اس لیے جب تک کسی چیز کی حرمت قرآن وسنت سے ثابت نہ ہو اس کو حلال سمجھا جائیگا۔''

مولانا عبدالحق حقانی دہلوی اپنی تفسیر حقانی ج ۱ ص ۱۵۳ میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: جمہور علما اس آیت خَلَقَ لَکُم مَّافِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعاً ٥ سے اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ جب تک کوئی ممانعت شرعیہ نہ معلوم ہو ہر چیز مباح اور حلال ہے۔ اصل اشیاء میں حلت ہے۔''

ابن العابدین شامی اپنی تصنیف رد المحتار علی در مختار ج ۱ ص ۹۸ میں لکھتے ہیں: ''بان المختار ان الاصل الاباحۃ عندالجمھور من الحنفیۃ وا لشافعیۃ'' ٥ یعنی جمہور فقہا حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک ہر چیز میں اصل اباحت ہے۔''

سید اسمٰعیل حقی اپنی تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۹۰ پر اسی آیت خلق لکم مافی الارض کے تحت لکھتے ہیں: ''وقد یستدل بھذا علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کما فی الکواشی.'' اور اسی سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے جیسا کہ کواشی میں ہے۔''

اصول فقہ کی معتبر کتاب نور الانوار ص ۲۰۱ مبحث التعارض میں ہے۔ ''وذلک لان الاباحۃ اصل فی الاشیاء'' ٥ اس لیے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔'' شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۰ میں لکھتے ہیں۔ ''اصل در اشیاء اباحت است''۔ اور اسی جلد سوم کے صفحہ ۵۰۶ پر لکھتے ہیں۔ ''ایں دلیل است بر آنکہ اصل در اشیاء اباحت است''

محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول سعیدیؒ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸ کے تحت اپنی تفسیر تبیان القران ج ۱ ص ۳۳۰ پر لکھتے ہیں: ''ان آیات سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو از خود حرام کرنا صحیح نہیں ہے جب تک اللہ اور رسول کسی چیز سے منع نہ کریں وہ چیز حلال ہے۔ اسی

طرح حدیث میں ہے:"عن سلمان قال سئل رسول الله ﷺ عن السمن والجبن و الفراء فقال الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفاعنه" ٥ حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین (کھال کی قمیض، چغہ) کے متعلق سوال کیا گیا۔آپ نے فرمایا جو چیز حلال ہے اس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا اور جو چیز حرام ہے اس کو اپنی کتاب میں حرام کر دیا اور جس کے متعلق اللہ نے سکوت کیا اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔"

مولانا غلام رسول سعیدیؒ تمام دلائل پیش کرنے کے بعد تبیان القرآن ج ا،ص ۳۳۱ پر نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قرآن، سنت اور فقہاء کرام کی آرا کے مطابق احکام میں اصل اباحت ہے۔"

جب یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے تو حلال جانور کی اوجھڑی جسے عربی میں کرش کہتے ہیں بالکل حلال ہے اس کو صاف ستھرا کر کے کھانا مباح ہے۔کیونکہ قرآن مجید میں اوجھڑی کی حرمت کا کوئی حکم نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے حلال جانور کے سات اجزا سے منع فرمایا اور ان سات میں اوجھڑی نہیں ہے۔

"اخرج الطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبدالله بن عمروابن عدی ، والبیهقی عن ابن عباسؓ کان رسول الله ﷺ یکره من الشاة سبعاً المرارة والمثانة والحیاء والذکر والانثیین والغدة والدم وکان احب الشاة الیه مقد مها" ٥

"طبرانی نے معجم الاوسط میں عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عدیؒ سے اور بیہقی نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ذبیحہ جانور کے سات اجزاء کو مکروہ فرماتے تھے۔مرارہ (پتہ)، مثانہ، حیاء (شرمگاہ)، ذکر، خصیے، غدود اور خون اور آپ کو بکری ذبیحہ کا مقدم حصہ پسند تھا۔" حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ج۴ص ۳۶۰ میں ہے۔

"امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا لیکن خون تو وہ حرام ہے قرآنی نص سے ثابت ہے اور باقی کو میں مکروہ تحریمی سمجھتا ہوں کیوں کہ ان سے نفوس نفرت کرتے ہیں اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ویحرم علیهم الخبائث۔"

حدیث پاک میں ذکر کردہ کراہت کو آئمہ نے کراہت تحریمی قرار دیا ہے۔اب ان میں کرش اوجھڑی کا ذکر نہیں ہے۔لہٰذا اصل اباحت کے کلیہ کے مطابق ہم کسی مسلمان کو اوجھڑی کھانے سے منع نہیں کر سکتے۔فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیری جسے شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر نے مرتب کرایا اور ہندوستان کے پانچ سو جید علماء وفقہا نے مشترکہ محنت سے ترتیب دیا ہے اس میں بحوالہ البدائع از امام کاسانیؒ درج ہے۔

"امابیان مایحرم اکله من اجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح والذکروالا نثیان والقبل والغدة والمثانه والمرارة" ٥
(فتاویٰ ہندیہ ج۵ص ۲۹۰ کتاب الذبائح، نورانی کتب خانہ پشاور)

"یہ بیان کہ حیوان کے اجزاء میں سے جن کا کھانا حرام ہے وہ سات ہیں۔بہنے والا خون، ذکر، خصیے، شرمگاہ، غدود، مثانہ اور پتہ۔"

درمختار شرح تنویر الابصار ج ۲ ص ۳۴۹ مطبع مجتبائی دہلی میں مسائل شتی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" کره تحریما من الشاة سبع" ، بکری کے سات اجزاء مکروہ تحریمہ ہیں۔"

فتاویٰ عالمگیری مترجم اردو ج ۸ص ۵۱۴ (مترجم سید امیر علی) ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور کتاب الذبائح باب سوم میں ہے۔"اور اجزاء حیوان میں سے جن کا کھانا حرام ہے وہ سات ہیں اول دمِ مسفوح یعنی خون جو تیزی کے ساتھ رگوں سے آوے دوم ذکر یعنی نر کا خایہ سوم دونوں خصیے چہارم قبل یعنی مادہ کی پیشاب گاہ پنجم غدہ ششم مثانہ، ہفتم مرارہ یعنی پتہ یہ بدائع میں ہے۔"

ہندوستان کے پانچ سو جید علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق اورنگ زیب عالمگیر مغل بادشاہ کے دور تک اوجھڑی حلال تھی۔ورنہ پانچ سو علمائے میں کوئی ایک تو اختلاف کرتا اور اپنا اختلافی فتویٰ درج کراتا لیکن ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا ان پانچ سو علماء کا اس بات پر اجماع تھا کہ اوجھڑی حلال ہے۔مفتی کفایت اللہ دہلوی اپنے فتاویٰ کفایت المفتی ج

نمبر ص ۱۱۱ ناشر مکتبہ حقانیہ ملتان میں لکھا ''مذبوحہ جانور کے عضو تناسل کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ اوجھڑی بلا کراہت حلال ہے۔''

اسی فتاویٰ کے صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں: ''کپورے کھانے کی کراہت تحریمی ہے۔ اوجھڑی کھانا بلا کراہت جائز ہے۔''

اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''بہشتی زیور'' حصہ سوم ص ۲۷۶ پر ''حلال وحرام چیزوں کا بیان'' عنوان دے کر مسئلہ نمبر ۵ پر لکھتے ہیں۔ ''اوجھڑی کھانا حلال ہے، نہ حرام ہے نہ مکروہ۔'' حاشیہ پر تائید میں درج ذیل کتب کا حوالہ لکھا ہے۔

درالمختار ج ۵ ص ۲۰۳، فتاویٰ حمادیہ، مجموعۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۰۵ فتاویٰ رشیدیہ از رشید احمد گنگوہی ج ۲ ص ۱۲۸، تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ ص ۱۴۲، ان تمام علماء نے اوجھڑی کو حلال لکھا ہے۔

اشرف علی تھانوی کی کتاب ''بہشتی زیور'' کا رد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے خلیفہ اور شاگرد خاص حضرت مولانا حشمت علی خانؒ نے بنام ''اصلاح بہشتی زیور'' لکھ کر غلط مسائل کی نشان دہی کی ہے۔ لیکن اوجھڑی کی حلت کے مسئلہ کو صحیح سمجھ کر برقرار رکھا۔ حاشیہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"فھو مباح الی اصلہ لان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ" ٥

(بہشتی زیور مدلل ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ کراچی)

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی شیخ الحدیث والتفسیر دی منہاج یونیورسٹی لاہور سے محمود احمد نے سوال کیا کہ ''کیا حلال جانور کے گردے اور اوجھری کھانا جائز ہے یا ناجائز؟'' تو انھوں نے اس کا جواب ''منہاج الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۷۳'' میں یوں دیا ''حلال جانور کی اوجھری، گردے وغیرہ کھانا جائز ہے۔ صرف سات اجزاء مکروہ تحریمی یا حرام ہیں۔ مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ ٥

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۰، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۱)

صرف ان سات اجزا کو کھانا حرام ہے باقی سب حلال ہیں۔ واللہ اعلم ورسولہ۔ اسی طرح فتاویٰ عبدالحی ج ۳ ص ۱۰۵ میں ہے۔

سوال: اوجھڑی گوسفند یا مادہ گاو حلال است یا نہ؟

جواب: ''اوجھڑی جانور حلال، حلال است۔''

سرکار دو عالم ﷺ نے حرام اعضاء میں عدد خاص سات فرمایا ہے اور ان میں اوجھڑی کا ذکر نہیں ہے۔ اب اوجھڑی کوئی اتنا چھوٹا عضو نہیں ہے کہ اس کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ اوجھڑی سے چھوٹے اعضاء کا جب ذکر کر دیا ہے اور اس کا ذکر نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ان اعضاء کی طرح حرام یا مکروہ نہیں ہے ورنہ یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جانوروں میں اوجھڑی نہیں ہوتی تھی۔ جو کہ ایسا نہیں ہے جب اوجھڑی جانوروں میں موجود تھی تو یقیناً حلال ہے ورنہ سرکار ﷺ اس کا ذکر ضرور فرماتے:

بعض مہربان جو اتنے دلائل کے باوجود اوجھڑی کو حرام کہنے پر بضد ہیں ان کی دلیل ہے کہ یہ مقام گوبر ہے لہٰذا حرام ہے۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ جب گوبر کو دھویا جاتا ہے اور اوجھڑی پاک صاف اور طیب ہو جاتی ہے تو اب اس کی حلت میں کون سی چیز مانع ہے؟ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

"نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ٥ (النحل:۶۶)

دیکھو ہم تمہیں پلاتے ہیں جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لیے''

اس آیت کریمہ میں دودھ کا بین فرث ودم ہونا نص قطعی ہے۔ گوبر اور خون دونوں حرام ہیں۔ جب یہ دودھ ان سے نچڑ کر الگ ہو جاتا ہے اس میں نہ گوبر کا اثر دکھائی دیتا ہے اور نہ خون کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے پینے والوں کے لیے حلال ہے۔ اسی طرح اوجھڑی جب گوبر سے جدا ہو کر پاک صاف اور طیب ہو گئی تو بلا شبہ حلال ہو گئی۔ جیسے جانور کے جسم میں دم مسفوح ہوتا ہے جب وہ نکل جاتا ہے تو باقی گوشت حلال وطیب ہوتا ہے۔ جس طرح باقی گوشت کو دم مسفوح سے الگ کر کے پاک کر دیا جاتا ہے اسی طرح اوجھڑی کو گوبر سے الگ کر کے پاک کر دیا

جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

ع۔ واضح رہے کہ مسلمانوں میں جو ایسے کام جاری وساری ہیں اس کی اصل قرآن وسنت میں موجود ہوتی ہے یا علمائے ربانیین یا صاحب کشف وکرامات بزرگوں نے اس کی بنیاد رکھی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کار خیر سے روکنا جہالت تو ہو سکتی ہے دین اسلام کی خدمت یا امت مسلمہ سے خیر خواہی نہیں ہو سکتی۔ صورت مسئولہ میں بنظر غور دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو گی کہ یہ انسانیت کا تقاضا ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والے کے لئے ایک بار نہیں ہزار بار بھی دُعائیں مانگیں تو جی نہیں بھرتا بلکہ ہزاروں دُعائیں بھی کم نظر آتی ہیں۔ اِدھر میت کے ورثا قدم قدم پر رُک رُک کر اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ دُعائیں مانگ رہے ہیں۔ اُدھر ایک صاحب شریعت کا فرضی لبادہ اوڑھ کر اللہ سے دُعائیں مانگنے والوں پر بدعت وحرام کے فتووں کی بوچھاڑ کر دیں تو ایک سلیم الطبع اور سنجیدہ انسان کیا نتیجہ اخذ کرے گا کہ یہ کیسا دین ہے کہ جس نے موتی پر بین کرنا اور ماتم کرنے پر پابندی عائد کردی ہے یہ تو سمجھ میں آتی ہے کہ تقدیر الٰہی پر یقین رکھنے والے ایسا نہیں کرتے لیکن جب کوئی موتی کے لئے مغفرت کی دُعاؤں پر پابندی عائد کردے تو ایسے اسلام کی سمجھ نہیں آتی۔ حالانکہ دُعائیں سننے والا اور قبول فرمانے والا فرماتا ہے ''اُجیب دعوۃ الداعِ اِذا دعانِ'' (البقرہ ۱۸۶) ''دُعا کرنے والا جب دُعا کرتا ہے تو میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں''۔ اس آیت کریمہ میں ''اِذا دعانِ'' کا لفظ یہ واضح کررہا ہے کہ دُعا ہر وقت مانگی جاسکتی ہے۔ کوئی وقت منع کا نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (المومن:۶۰)

''اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔ بے شک جولوگ میری عبادت (دُعا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو گروہوں کا ذکر کیا ہے کہ ایک گروہ جو مجھ سے دُعائیں مانگ رہا ہے اور دوسرا گروہ ان پر ہنسی مذاق کررہا ہے اور دُعا مانگنے کو جائز نہیں سمجھتا۔ ان دونوں گروہوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون میں فرمایا ہے۔

''انہ کان فریق من عبادی یقولون ربنا امنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین o فاتخذتموھم سخریا حتی انسوکم ذکری و کنتم منھم تضحکون o
(المومنون:۱۰۹،۱۱۰)

ترجمہ: ''بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے تو (اے منکرو) تم نے ان کا مذاق اُڑایا۔ حتیٰ کہ (اس ضد نے) تمہیں میری یاد بھلادی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے''۔

دُعا کے بارے میں سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عرض کردیتا ہوں تاکہ دُعا کی اہمیت واضح ہوجائے۔

۱۔ عن النعمان بن بشیرؓ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الدعا ھو العبادۃ ثم قرا و قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین o۔

(سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، مستدرک للحاکم)

نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا دُعا عین عبادت ہے۔ پھر آپ نے (بطور دلیل) یہ آیت تلاوت فرمائی ''تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دُعا کرو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔ جولوگ میری عبادت (مجھ سے دُعا کرنے) سے اعراض وتکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے''۔

۲۔ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شیء اکرم علی اللہ تعالیٰ من الدعاء o۔

(سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، مستدرک للحاکم، مسند احمد حنبل، البیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا سے زیادہ کوئی چیز محترم ومکرم نہیں ہے۔

۳۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ و علیہ وسلم قال الدعاء مخ العبادہ ۵۔ (سنن ترمذی، دیلمی)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔

۴۔ عن سلمان قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر ۵۔

(سنن ترمذی۔ مستدرک للحاکم۔ مسند احمد بن حنبل۔ مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کو رد نہیں کر سکتی اور نیکی کے علاوہ کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی۔

۵۔ عن ابی امامۃ قال قیل لرسول اللہ ﷺ ای الدعاء اسمع؟ قال جوف اللیل الاخر و دبر الصلوات المکتوبات ۵۔ (سنن ترمذی وسنن نسائی)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد (کی گئی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں) جنازہ بھی قرآن کی نص قطعی سے نماز ہے اور فرض ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ کے بعد کی گئی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

۶۔ عن عبداللہ بن مسعود فاذافرغت من الصلاۃ "فانصب" الی الدعا والی ربک فارغب فی المسالۃ ۵۔

(جامع البیان طبری، درمنثور سیوطی، انوار التنزیل بیضاوی، فتح القدیر شوکانی، زاد المسیر ابن جوزی، روح المعانی آلوسی، احکام القرآن جصاص، تفسیر کبیر رازی، معالم التنزیل بغوی)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ فاذا فرغت یعنی جب آپ نماز سے فارغ ہو جائیں فانصب تو دعا میں مشغول ہو جائیں والی ربک فارغب اور سوال کرنے میں اپنے رب کی طرف ہی راغب ہوا کریں۔"

اللہ تعالیٰ کو بندے کا سوال کرنا، مانگنا، طلب کرنا، بہت پسند ہے۔ اس لیے دعا کو عین عبادت قرار دیا گیا ہے اور یہ ایسی عبادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وقت متعین نہیں فرمایا اب اگر کوئی شخص دعا کو مقید بالوقت کر کے منع کرتا ہے یا بدعت وحرام کہتا ہے وہ یقیناً اللہ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۷۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یسأل اللہ یغضب علیہ ۵ (سنن ترمذی۔ مستدرک حاکم۔ مسند ابو یعلیٰ۔ ادب المفرد بخاری)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ سے (دعا) نہیں مانگتا اس پر اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے۔"

سرکار دو عالم ﷺ کے اس فرمان عالی شان پر غور فرمائیں کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اور دعا نہیں مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔ یہ حکم تو نہ مانگنے والے پر ہے لیکن جب مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگ رہے ہوں اور کوئی اُسے بدعت وحرام کہہ کر دور ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا کتنا غضب نازل ہوتا ہوگا۔

ہمارے زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ جنازے کو تین منزلیں دے کر تین دعائیں مانگنا کیسا ہے۔ تو واضح رہے یہ تمام چیزیں احادیث نبویہ سے ثابت ہیں اس سے منع کرنے والے اپنی کم علمی کا رونا روئیں مسلمانوں کو کسی اچھے عمل سے نہ روکیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ تین مرتبہ دعا فرماتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے۔

عن عبداللہ ان رسول اللہ ﷺ کان یعجبہ ان یدعو ثلاثا ویستغفر ثلاثا ۵۔

(سنن ابوداؤد۔ سنن نسائی۔ مسند احمد۔ معجم کبیر طبرانی۔ حلیۃ الاولیا ابونعیم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین دفعہ دعا اور تین دفعہ استغفار کرنا پسند کرتے تھے۔

اسی حدیث کے مطابق آج بھی اکثر مشائخ خاص طور پر مشائخ چست اہل بہشت تین بار دعا مانگتے ہیں۔ تین بار دعا مانگنے کا ثبوت آجانے کے بعد ہم وہ روایت پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے جنازے کو تین منزلیں دیتے یہ عمل صحابہ کرام کا ہے۔ صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام دور نبوت میں بھی تھا اگر اس کا ذکر کسی روایت میں نہیں ہے تو مسلمان فقہا کا قاعدہ ہے کہ عدم ذکر عدم فعل کی دلیل نہیں

ہے۔ تین منزلیں دینا یہ کسی عام شخصیت کا عمل نہیں ہے بلکہ باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عمل ہے۔ روایت یوں ہے۔

عن عمیر بن سعید قال صلیت مع علیؓ علی یزید بن مکفف فکبر علیه رابعا ثم مشیٰ حتی اتاه فقال فقال اللهم عبدک وابن عبدک نزل بک الیوم فاغفرله ذنبه ووسع علیه مدخله ثم مشیٰ حتی اتاه وقال اللهم عبدک و ابن عبدک نزل بک الیوم فاغفرله ذنبه ووسع علیه مدخله فانا لانعلم منه الا خیرا وانت اعلم به" ٥۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

حضرت عمیر بن سعیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ یزید بن مکفف کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علیؓ نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں پھر کچھ چلے حتی کہ جنازے کے پاس آئے اور یہ دعا کہ "اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے۔ تیرے بندے کا بیٹا ہے آج اس پر موت طاری ہوئی پس تو اس کے گناہوں کو معاف فرما اور اس کے لیے اس کی قبر کو کشادہ فرما۔" پھر کچھ چلے یہاں تک کہ جنازے کے قریب آگئے اور یہ دعا کی "اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے، آج اس پر موت طاری ہوئی تو اس کے گناہوں کو معاف فرما اس کی قبر کو کشادہ فرما بے شک ہمیں خیر کے سوا اس کے متعلق کچھ علم نہیں اور تجھے اس کا خوب علم ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ اٹھا کر کچھ چلنا پھر جنازہ رکھ کر دعا مانگنا پھر کچھ چلنا پھر جنازہ رکھ کر دعا مانگنا حضرت علیؓ کا عمل اور ان کی سنت ہے۔ اگر اس سے منع کرنے والے اس جنازے میں شریک ہوتے تو حضرت علیؓ پر کیا حکم لگاتے۔ لہٰذا مسلمانوں میں جو اچھا عمل جاری ہے اس کو جاری رکھا جائے اور منع کرنے والوں پر کان نہ دھرا جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل شریعت مطہرہ کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

هذا ماظهرلی فی هذا الباب والله ورسوله اعلم بالصواب ٥۔

☆☆☆